آسان عروض اور شاعری کے رموز

سبق۔۴

سرور عالم راز سرورؔ

۴۔۱: ابتدائیہ

اس سلسلہ کی قسط۔۳ کے آخر میں چند سوالات لکھے گئے تھے۔زیر نظر قسط میں انھیں سوالوں کے جوابات دینے کی کوشش کی جائے گی۔ مذکورہ سوالات ہماری گفتگو میں بنیادی اہمیت اور مقام رکھتے ہیں اور ان کو سمجھ لینے کے بعد ذہن میں آنے والے مختلف مسائل اور سوالات واضح اور صاف ہو سکتے ہیں۔قبل اس کے کہ اِن سوالات کو یہاں دُہرا کراُن کے جوابات فراہم کئے جائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حرف صحیح اور حرف علت پر بھی مختصر روشنی ڈالی جائے۔آئندہ کی بحث میں ہم ان اصطلاحات کو بھی جا بجا استعمال کریں گے۔

۴۔۲: حرفِ عِلّت اور حرفِ صحیح

اُردو میں فارسی اور عربی کی تقلید میں دو(۲) طرح کے حروف استعمال ہوتے ہیں: حروفِ عِلّت اور حروفِ صحیح۔جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، چونکہ عروض کی گفتگو اور تفصیل میں ان کا ذکر آئے گا اِس لئے ضروری ہے کہ ان کی مختصر وضاحت شروع میں ہی کر دی جائے تا کہ: سندرَ ہے اور بوقتِ ضرورت کام آوے!:

(ا) حرفِ صحیح: اُس حرف کو کہتے ہیں جس کی اپنی ایک مخصوص آواز ہوتی ہے جو لفظ کی ادائیگی کے وقت صاف اور واضح طور پر سنی یا پڑھی جا سکتی ہے۔مثال کے طور پر آپ حروف تہجی کا کوئی بھی حرف لے لیجئے۔آپ دیکھیں گے کہ ہر حرف کی ایک مخصوص آواز ہے۔یہ اَور بات ہے کہ اُردو والے کچھ بظاہر ہم صوت (یعنی یکساں آواز والے) حروف کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔مثال کے طور پر: ث، س، ص: کی اصل آوازوں میں واضح فرق ہے لیکن اہل اُردو ان کی آواز صحیح مخارج سے ادا نہیں کر سکتے ہیں اور ان تینوں کی آواز: س: سے ہی ادا کرتے ہیں! اسی طرح: ت، ط: کی آوازوں کو: ت: سے اور: ز، ذ، ظ، ض: کی منفرد آوازوں کو: ز: سے ہی ادا کرتے ہیں۔ ہندو پاک کے بعض علاقوں کے باشندے: ق: کی جگہ: ک: بولتے ہیں (جیسے: اقبال: کو: اِکبال:)

اوربعض جگہ لوگ :ق: اور :خ: کی آوازوں میں فرق کرنے سے معذور ہیں اوران کے لئے :قبر: اور :خبر: میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان علاقائی اختلافات کوزبان کی صحیح ادائیگی کی بحث میں نظرانداز کردیا جاتا ہے اورایسا ہی ہونا بھی چاہیئے۔چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُردو کا ہرحرف تہجّی :حرفِ صحیح: ہے کیونکہ اس کی ایک مخصوص آواز ہے جو بولتے یا پڑھتے وقت صاف سنائی دیتی ہے۔

(ب) حرفِ علت: حروف تہجّی میں تین حروف یعنی :الف، یے، وَاو: ایسے ہیں جو عبارت میں کہیں تو اپنی مخصوص آواز کے ساتھ آتے ہیں اورکہیں اِنھیں دوسرے حروف کی آواز کو کھینچ کر لمبا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔اِس دوسری شکل کو (یعنی جس کے ذریعہ کسی دوسرے حرف کی آواز کو کھینچا جاتا ہے) حرف عِلّت کہا جاتا ہے۔گویا :الف، یے، وَاو: حروف صحیح بھی ہیں اورحروف علّت بھی۔انھیں بالترتیب :الفِ علت، واوِعلت، یائے علت: کہتے ہیں۔چند مثالیں دیکھئے:

(1) وَرَق: اس لفظ وَرَق میں :و: پرزبر ہے اوریہ اپنی مخصوص آواز کے ساتھ ادا ہورہا ہے، بالکل اسی طرح جیسے :ر: اور :ق: کی مخصوص آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ چنانچہ وَرَق میں تینوں حروف :و،ر،ق: حروفِ صحیح ہیں۔

(2) وُجوہ : اس لفظ میں پہلے :وَاو: پر پیش لگا ہوا ہے اور: وُجوہ: کی ادائیگی میں اس کی مخصوص ومنفرد آواز صاف سنائی دیتی ہے۔چنانچہ یہ پہلا :و: حرفِ صحیح ہے۔ظاہر ہے کہ :ج: اور :ہ: بھی اپنی مخصوص آوازوں میں ادا ہورہے ہیں اورحروفِ صحیح ہیں۔البتہ تیسرا حرف یعنی دُوسرا :وَاو: صرف :ج: کی آواز کو کھینچ کر لمبا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے اورلفظ کی ادائیگی میں اپنی مخصوص آواز سے محروم ہے۔اس لئے یہ دوسرا: و : حرفِ علّت کہا جائے گا۔

(3) اُدَھر، اَگر، اِدَھر : تینوں الفاظ میں :الف: اپنی مخصوص آواز کے ساتھ ادا ہورہا ہے ہر چند کہ اُسے بالترتیب پیش، زبر اورزیر سے حرکت دی گئی ہے۔چنانچہ :الف: ان تینوں مقامات پرحرف صحیح ہے۔

(4) وَاجِب : میں :و، ج، ب: اپنی مخصوص آواز میں ادا ہورہے ہیں۔لٰہذہ یہ تینوں حروفِ صحیح ہیں یعنی یہاں :و: بھی حرف صحیح کی طرح ہی استعمال ہوا ہے۔البتہ :الف: کو :و: کی آواز کھینچ کر لمبی کرنے کے لئے استعمال

کیا گیا ہے اور اسی لئے ہمیں یہاں :الف: کی مخصوص آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ چنانچہ اس مقام پر :الف: حرفِ علت کے طور پر لکھا گیا ہے۔

(5) یثرب (مدینہ کا قدیمی نام) : اِس لفظ میں :ی: اپنی مخصوص آواز کے ساتھ ادا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ حرفِ صحیح کہا جائے گا۔

(6) سِیرت : اس لفظ میں :ی: کو :س: کی آواز کھینچ کر لمبی کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور :ی: خود اپنی مخصوص آواز میں ادا نہیں ہو رہا ہے۔ چنانچہ :سیرت: میں :ی: حرفِ علت کہا جائے گا۔

۳۔۴ : سبق۔۳ کے سوالوں کے جوابات

اب ہم سبق۔۳ کے آخر میں کئے گئے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کریں گے۔ وضاحت کی سہولت کی خاطر ایک آدھ جگہ سوالات کی ترتیب بدل دی جائے گی۔

(ا) علم عروض کسے کہتے ہیں؟ شاعری میں اس کی کیا ضرورت اور اہمیت ہے؟

پچھلے اسباق میں آوازوں کے نظاموں پر گفتگو ہو چکی ہے۔ ان کو ذہن میں رکھئے تو عروض سے متعلق بہت سے اور باتیں بھی نسبتاً آسان ہو جائیں گی۔ عروض کی تعریف عروض کی مختلف کتابوں میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ ان کتابوں سے استفادہ کی جائے اور عروض کی :خانہ ساز: تعریف و توضیح سے بچا جائے۔ ہندوستان کے نامور ادیب و نقاد جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب اپنی کتاب :درسِ بلاغت: میں درج ذیل الفاظ میں عروض کی تعریف کرتے ہیں:

”عروض اُس علم کا نام ہے جس میں زبان اور شعر کا مطالعہ ایک مخصوص طریقے سے کیا جاتا ہے۔ اس علم میں زبان کا مطالعہ اس نہج سے ہوتا ہے کہ زبان میں آوازیں کس نمونے پر جمع ہوتی ہیں، یعنی الفاظ کو ادا کرتے وقت جس قسم کی آوازیں نکلتی ہیں وہ لمبی ہیں یا چھوٹی ہیں؟ کتنی لمبی آوازیں یکجا ہو سکتی ہیں، کتنی چھوٹی آوازیں یکجا ہو سکتی ہیں؟ اور لمبی اور چھوٹی آوازوں کا بیک وقت اجتماع کس حد تک اور کس نمونے پر ممکن ہے؟ اس مطالعے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زبان میں آوازوں کی ادائیگی کن اصولوں کی پابند ہے۔ علم عروض میں شاعری کا مطالعہ جس مخصوص طرز سے ہوتا ہے، اسے صوتی تنظیم کا طرز کہہ

سکتے ہیں،یعنی آوازوں کوکس طرح جمع کیا جائے،کس کس طرح کی آوازیں،یا کس کس طرح کی آوازوں پر مشتمل نمونے،یکجا ہوجائیں تو مناسب ہے۔اس علم کی روشنی میں ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ کسی شعر کو آوازوں کی ادائیگی کے اعتبار سے کتنے حصوں میں تقسیم کیا جائے اور ان حصوں کو کس طرح نام دیا جائے یا پہچانا جائے۔مختصر یہ کہ شاعری کا مطالعہ عروض کے مطالعہ کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اشعار الفاظ سے بنتے ہیں اور الفاظ مختلف طرح کی آوازوں کا مجموعہ ہیں۔لہٰذہ جب تک ان آوازوں کی نوعیت،ان کے میل،ان کے نمونوں،ان کی ہم آہنگی یا غیر ہم آہنگی کے بارے میں واقفیت نہ ہو،اس وقت تک اس بات کا پورا علم نہیں ہوسکتا کہ شاعری میں الفاظ کیا کام کرتے ہیں اور کس قسم کا کام کرتے ہیں۔''

شاید اس مفصل بیان سے قاری کو اُلجھن محسوس ہو!چنانچہ پاکستان کے نامور عروض داں جناب جمال الدین جمالؔ کی کتاب:تفہیم العروض:سے علم عروض کی مختصر ترین تعریف بھی یہاں لکھ دی جاتی ہے۔آگے چل کر دونوں تعریفوں کی لفظی اور معنوی تطبیق خود بخود ہوتی جائے گی اور ذہن کی گرہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ڈاکٹر جمال صاحب رقم طراز ہیں کہ:

''عروض وہ علم ہے جو شعرا کے کلام کی جانچ پڑتال کرتا ہے،مصرعوں کو ناپتا تولتا ہے تا کہ پتا چلے کہ وہ مقررہ اوزان میں سے کسی وزن کے برابر ہیں یا نہیں۔علم عروض میں شعر کے بہت سے اوزان مقرر کئے گئے ہیں۔اگر کوئی کلام ان میں سے کسی وزن پر پورا اُترے تو اُسے موزون کہتے ہیں،پورا نہ اُترے تو غیر موزون۔ موزون کلام شعر ہے اور غیر موزون کلام نثر۔عربوں کی تعریف کے مطابق شعر میں وزن کے علاوہ قافیے کا ہونا بھی ضروری ہے۔نیز یہ کہ شعر کہنے کا قصد بھی ہونا چاہئے۔قرآن کی بعض آیات یا ان کے ٹکڑے موزون ہیں مگر چونکہ ذاتِ باری کا مقصد شعر کہنا نہ تھا اور نہ ہی ان میں قافیہ ہے اِس لئے وہ شعر نہیں۔''

جہاں تک شاعری میں عروض کی اہمیت اور ضرورت کی بات ہے تو شمس الرحمٰن فاروقی صاحب اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ:

”مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاعری کا مطالعہ عروض کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اشعار الفاظ سے بنتے ہیں اور الفاظ مختلف طرح کی آوازوں کا مجموعہ ہیں۔لہٰذہ جب تک ان آوازوں کی نوعیت،ان کے میل،ان کے نمونوں کی ہم آہنگی یا غیر ہم آہنگی کے بارے میں واقفیت نہ ہو،اس وقت تک اس بات کا پورا علم نہیں ہوسکتا کہ شاعری میں الفاظ کیا کام کرتے ہیں اور کس قسم کا کام کرتے ہیں۔“

عروض سے جو فائدے ہیں ان کے بارے میں شمس الرحمٰن فاروقی صاحب اپنی کتاب میں آگے چل کر مزید یوں لکھتے ہیں کہ:

”مرزا اوجؔ لکھنوی نے اپنی بے مثال کتاب: مقیاس الاشعار: میں لکھا ہے کہ عروض کے کئی فائدے ہیں:

(۱) اشعار کا وزن معلوم کرنا اور ان اوزان کے اقسام کو سمجھنا۔

(۲) ان انواع کی آپس میں مناسبت اور مخالفت کا مطالعہ کرنا۔

(۳) اوزان کی مختلف تراکیب کی کیفیت اور ان کی اچھائی برائی معلوم کرنا۔

(۴) اس بات کو معلوم کرنا کہ شعر کے اوزان میں کون سی تبدیلیاں ممکن ہیں اور اُن میں سے کون سی تبدیلیاں پسندیدہ ہیں۔

(۵) آوازوں کے نامانوس نمونوں کو معلوم کرنا تا کہ آوازوں کے مختلف نمونوں کے بارے میں آگاہی ہوسکے۔

(۶) جو اوزان آسانی سے بیان ہوسکتے ہوں اُن کو اُن اوزان سے ممتاز کرنا جو مشکل سے بیان ہوسکتے ہیں۔

(۷) حقیقی اور غیر حقیقی طریقے سے اوزان کو بیان کرنے میں فرق کرنا۔

(۸) عام انسانوں کے لئے نظم اور نثر میں فرق کرنے کے طریقے اور اصول فراہم کرنا۔

(۹) جھوٹے اور سچے اوزان میں فرق کرنا۔

(۱۰) ان چیزوں کو معلوم کرنا جو اصولی اعتبار سے جائز ہیں لیکن مشق یا مانوسیت نہ ہونے کی وجہ سے ہم

اُن سے بے خبر ہیں۔"

عروض کی یہ تعریف اور اس کے بیان کئے ہوئے فائدے شروع شروع میں یقیناً ذہنی اُلجھن پیدا کر سکتے ہیں۔لیکن جیسے جیسے عروض کا علم بڑھے گا اور اس کی نزاکتیں، باریکیاں اور اصول واضح ہوتے جائیں گے بیشتر باتیں خود بخود ہی صاف ہوتی جائیں گی

(۲) کیا شاعری کرنے کے لئے علم عروض جاننا مطلق ضروری ہے؟ یعنی کیا عروض کا علم حاصل کئے بغیر شاعری نہیں کی جاسکتی ہے؟

شاعری کرنے کے لئے علم عروض سے واقفیت مطلق ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بیشتر شاعر عروض سے ناواقف ہوتے ہیں اور اچھی شاعری پر قادر ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو فطرت فیاض ذوق شعری اور موزوں طبیعت وَدِیعت کرتی ہے وہ :اٹکل: سے ہی موزوں اور اچھی شاعری کر لیتے ہیں۔ اِسی طرح یہ بھی قطعی ضروری نہیں ہے کہ ایک اچھا عروض داں ایک اچھا شاعر بھی ہو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شاعری کے لئے عروض کا علم غیر ضروری ہے تو پھر اِس کو حاصل ہی کیوں کیا جائے؟

اس کو موسیقی کی مثال سے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اچھا گانے کے لئے کلاسیکی موسیقی اور اس کے راگوں اور باریکیوں کا علم ضروری نہیں ہے بلکہ اکثر گانے والے اس علم کو حاصل ہی نہیں کرتے! لیکن اگر وہ سُر سے بے سُر ہو جائیں یا ایک ہی گانے میں مختلف راگوں کے بول گا جائیں تو ان کو کبھی اس کا احساس نہیں ہو گا کہ وہ کوئی غلطی کر گئے ہیں۔ شاعری بھی ایک فن ہے اور اساتذہ نے صدیوں کی محنت کے بعد اس کے اصول مرتب کئے ہیں، اس کے محاسن و معائب قائم کر کے ان پر روشنی ڈالی ہے اور مختلف اصناف، صنعتیں وغیرہ ایجاد کی ہیں۔ عروض کی مدد سے شاعری کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے اور اس کے اجزا کی خانہ بندی ہو سکتی ہے، اس کی خوبیوں کو پرکھا جا سکتا ہے اور غلطیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کی صورت بنائی جا سکتی ہے۔ بصورت دیگر شاعر کو اپنی غلطیوں کا احساس ہی نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ دوسروں کی شاعری پر کوئی عمیق و وقیع تبصرہ، تنقید یا تنقیح کر سکتا ہے۔ علم کے ساتھ نگاہ میں جو گہرائی اور گیرائی پیدا ہوتی ہے وہ اُس کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اس بیان کی سچائی مضامین کے اس سلسلہ میں جستہ جستہ ظاہر ہوتی جائے گی۔

(۳) وزن کس کو کہتے ہیں؟ یہ کیسے قائم ہوتا ہے اور کسی لفظ یا مصرع کا وزن کیسے پرکھا جاتا ہے؟

شاعری پر گفتگو کیجئے تو بار بار مصرع یا شعر یا اُن کے الفاظ کے :وَزن: کا ذکر ہوتا ہے اور :شعر کا موزوں یا ناموزوں ہونا، وزن سے خارج ہونا: وغیرہ اصطلاحیں سنائی دیتی ہیں۔ چنانچہ ذہن میں یہ سوال اٹھنا عین فطرت کا تقاضا ہے کہ :آخر وَزن کسے کہتے ہیں اور اس کا علم کیوں ضروری ہے:؟ زیرِنظر مضامین کے اِس حصہ میں اِسی موضوع پر بحث کی جائے گی۔

:موزوں: کے لُغوی (یعنی لُغت میں) معنیٰ ہی :وزن یا توازُن میں ہونا: ہیں۔ اِس سے پہلے الفاظ کو علامتی طور پر ظاہر کرنے کی تفصیل گذر چکی ہے اور :افاعیل: پر گفتگو میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ وہ الفاظ کو علامتی طور پر ظاہر کرنے کا ایک طریقہ یا ذریعہ ہیں۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ’’اگر کسی لفظ کو اُس کے افاعیل سے ظاہر کیا جائے تو اِس عمل کو اُس لفظ کا :وَزن بتانا یا ظاہر کرنا: کہتے ہیں‘‘۔ چند مثالیں دیکھئے:

لفظ	وزن
سینہ (سی، نہ)	فعلُن (فع۔لُن)
حَسینہ (حَ۔سی۔نہ)	فَعُولُن (فَ۔عُو۔لُن)
بَرتَری (بَر۔تَ۔رِی)	فاعِلُن (فا۔عِ۔لُن)
تَوَنگَری (تَ۔وَن۔گَ۔رِی)	مَفاعِلُن (مَ۔فا۔عِ۔لُن)
جگَر کا (جِ۔گَر۔کا)	فَعُولُن (فَ۔عُو۔لُن)
جگَر کاوِی (جِ۔گَر۔کا۔وِی)	مَفاعِیلُن (مَ۔فا۔عی۔لُن)
دَستاویز (دَس۔تا۔ویز)	مَفعُولات (مَف۔عُو۔لات)

اِن مثالوں سے معلوم ہوا کہ:

(۱) وَزن صرف پورے پورے الفاظ کا ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ متعدد الفاظ سے بنے ہوئے فقروں کا بھی ہوتا ہے۔

(۲) جہاں لفظ کی ادائیگی میں زبان اپنا رُخ بدلتی ہے، اگر وہاں سے زبان کے اگلے :موڑ: تک لفظ

یا فقرہ کا ایک ٹکڑا فرض کر لیا جائے (ہم اِس کو: سالمہ: کہیں گے) تو ایسے ہر ٹکڑے کے بالمقابل اُس سے متعلق وزن یعنی افاعیل کا ایک جُزو ایسے ٹکڑے کی صوتی نمائندگی اس طرح کرتا ہے کہ ٹکڑے کی چھوٹی آواز کے مقابل افاعیل کی چھوٹی آواز اور ٹکڑے کی بڑی آواز کے مقابل افاعیل کی بڑی آواز آتی ہے۔ مثلاً: حَسِینہ: کی چھوٹی آواز :حَ: کے مُقابل افاعیل کی چھوٹی آواز :فَ:، اُس کے بڑی آواز: سی: کے مقابل افاعیل کی بڑی آواز :عُو: اور آخر میں بڑی آواز: نَہ: کے مقابل افاعیل کی بڑی آواز: لُن: آئی ہے۔ یہی صورت تمام مثالوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ گویا ہر افاعیل اپنے متعلقہ لفظ کی صوتی عکاسی پوری طرح کر رہا ہے۔ اسی کو: وَزن: بتانا کہتے ہیں۔

(۳) آپ اگر تجزیہ کریں گے تو یہ دیکھیں گے کہ کسی لفظ یا فقرہ کا بنیادی تشکیلی جُزو (یا ٹکڑا) یا تو یک حرفی ہے، یا دو (۲) حرفی ہے یا پھر سہ (۳) حرفی ہے۔ عروض کی زبان میں ان آوازوں کو مختلف نام دئے گئے ہیں:

(a) آواز جو صرف ایک حرف سے ہی ادا ہوتی ہے یا اپنے اندر ایک ہی حرف رکھتی ہے: حرف: کہلاتی ہے۔

(b) وہ آواز جس کی ادائیگی میں دو (۲) حروف استعمال ہوں :سبب: کہلاتی ہے۔

(c) وہ آواز جس کی ادائیگی میں تین (۳) حروف صرف ہوں: وِتَد یا وَتَد: کہلاتی ہے۔

یہاں بطورِ تعارف ضمناً : حرف، سبب، وتد: کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان کی تقسیم، تفصیل اور عروض میں ان کا استعمال بہت پیچیدہ اور نازک ہے۔ ہمارے بنیادی اور محدود مقاصد کے لئے ان تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ آئندہ عروض کی گفتگو کے دَوران اگر ضرورت محسوس کی گئی تو یہ تفصیلات یا ان کے ضروری حصے فراہم کر دئے جائیں گے۔

طوالت کے خوف سے سبق۔۴ یہاں ختم کیا جاتا ہے۔ باقی سوالات کے جوابات اگلی قسط۔۵ میں پیش کئے جائیں گے۔ انشا اللہ۔